خواتین کا اسلام
شمارہ 561
7 صفر 1435ھ مطابق 11 دسمبر 2013ء
دُنیا پرستی
بدنظری
چائے کا ایک گھونٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

القرآن

لوگوں کے تین طبقے

پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے، پھر کوئی اُن میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں ہی بیچ کی چال پر اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے لے کر خوبیاں اللہ کے حکم سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔ (سورۂ فاطر۔۳۲)

معارف: سورۂ فاطر کی اس آیت کے سیاق سباق میں اللہ کے ان بندوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض خاص نعمتوں سے نوازا مثلاً انہیں مال و دولت میں فراخی عطا فرمائی، علم و حکمت عطا فرمایا، انہیں تلاوتِ قرآن، اقامت صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذوقِ سلیم عطا فرمایا۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعامات کا وعدہ ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں خاص بندوں سے مراد علماء کو لیا ہے کہ وہی کتاب اللہ کے اصل وارث ہیں جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد امت محمدیہ ہے۔ دوسری بات جو اس آیت میں مذکور ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چنیدہ بندوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ (1) ظالم لنفسہ (2) مقتصد (3) سابق بالخیرات……

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان تینوں قسموں کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ ظالم لنفسہ سے مراد وہ آدمی ہے جو بعض واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، کبھی محرمات کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات سے بچتا ہے مگر بعض اوقات مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور بعض مکروہات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے اور سابق بالخیرات وہ شخص ہے جو تمام واجبات و مستحبات کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات و مکروہات سے بچتا ہے اور بعض مباحات کو عبادت میں مشغول ہونے یا حرام ہونے کے شبہے میں چھوڑ دیتا ہے۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ایک اور تفسیر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ عقبہ ابن صہبان نے حضرت ام المومنین سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹا! یہ تینوں قسمیں جنتی ہیں ان میں سابق بالخیرات تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں گزر گئے، جن کے جنتی ہونے کی شہادت خود حضور ﷺ نے دی اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو ان کے نشانِ قدم پر چلے اور سابقین کی اقتداء پر قائم رہے یہاں تک کہ ان کے ساتھ مل گئے۔ باقی رہے ظالم لنفسہ تو ہم تم جیسے لوگ ہیں (خیال رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو تیسرے درجے میں تواضع میں شمار کیا، ورنہ تو وہ سابق بالخیرات کے درجے میں شامل ہیں)۔

آخرت میں ان تینوں طبقات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ فرمائیں گے؟ اس بارے میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اس آیت (ثم اورثنا الخ) کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ ان تین قسموں میں سے جو سابق بالخیرات ہیں وہ تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور جو مقتصد یعنی درمیانے درجے کے ہیں ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور ظالم یعنی اپنے اعمال میں کوتاہی کرنے والے اور گناہوں کی لغزش میں مبتلا ہونے والے، ان کو اس مقام میں سخت رنج و غم ہوگا، پھر انہیں بھی جنت میں داخل ہونے کا حکم دے دیا جائے گا۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں سابق بالخیرات میں شامل فرما دیں۔

الحدیث

تشہد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، مجھے تشہد تعلیم فرمایا جس طرح کہ آپ ﷺ قرآن مجید کی سورتیں تعلیم فرماتے تھے (آپ ﷺ نے مجھے تلقین فرمایا) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ……الخ (ترجمہ) ادب و تعظیم اور اظہار نیاز کے سارے کلے اللہ ہی کے لیے ہیں اور تمام عبادت اور تمام صدقات اللہ ہی کے واسطے ہیں (اور میں ان سب کا نذرانہ اللہ کے حضور میں پیش کرتا ہوں) تم پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو، ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں (صرف وہی معبود برحق ہے) اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جو کچھ سکھاتے اور بتاتے تھے، اس میں سب سے زیادہ اہتمام آپ قرآن مجید کی تعلیم کا فرماتے تھے لیکن تشہد (التحیات) کی تعلیم و تلقین آپ نے اُسی خاص الخاص اہتمام سے فرمائی جس اہتمام سے آپ قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ بعض شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ یہ تشہد شب معراج کا مکالمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب بارگاہِ قدوسیت میں شرفِ حضور نصیب ہوا تو آپ نے نذرانۂ عبودیت اس طرح پیش کیا اور گویا اس طرح سلامی دی۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آپ ﷺ نے جواباً عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

اس کے بعد (عہد ایمان کی تجدید کے طور پر) مزید عرض کیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

شارحین نے لکھا ہے کہ نماز میں اس مکالمہ کو شب معراج کی یادگار کے طور پر جوں کا توں لے لیا گیا ہے اور اسی وجہ سے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" میں خطاب کی ضمیر کو برقرار رکھا گیا ہے۔ جمہور امت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو لفظ تلقین فرمایا تھا (یا معراج کے مکالمہ والی مشہور عام روایت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لفظ ارشاد ہوا تھا) یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی بطور یادگار اسی کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا اور بلاشبہ اَرباب ذوق کے لیے اس میں ایک خاص لطف ہے۔ اب جو لوگ اس صیغۂ خطاب سے حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شرک پسندی کے مریض، نہایت ہی کو رذوق اور عربی زبان و اَدب کی لطافتوں سے بالکل ہی نا آشنا ہیں۔

(معارف الحدیث)

اچانک نظر پڑنا

حضرت جریر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑجانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "اپنی نظر پھیرلو۔" (مسلم)

پیا رِسحر

سانحۂ راولپنڈی

ہم کیا کرسکتے ہیں؟

راولپنڈی سانحہ کی خونریز تصویریں ہمارے سامنے ہیں اور خیال آرہا ہے کہ آخران بے چارے نمازیوں اور طلبہ سے کسی کو کیا دشمنی ہوسکتی ہے؟ وہ کون سے درندے تھے جنہوں نے بھولے بھالے طلبہ اور نمازیوں پر بھی رحم نہ کھایا۔ یہی نہیں بلکہ قرآن مجید کے نسخے تک نذرِآتش کرڈالے۔ کیا کوئی تصور کرسکتا تھا کہ کوئی مسلمان اتنا بے رحم ہوگا۔ ایسا ظلم تو عام کافر بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نہیں کرتے۔ انسانیت کہاں چلی گئی؟ لوگوں کے ضمیر کہاں مرگئے؟

مگر ایک سانحۂ راولپنڈی پر کتنے آنسو بہائیں؟ کب سے ایسے بہیمانہ مظالم کی داستانیں وجود میں آرہی ہیں۔ ایک شہر کا مرثیہ کیا لکھیں، یہ تو پوری قوم کا المیہ ہے۔ ملک میں تھانے ہیں، پولیس ہے، موبائلیں گشت کرتی ہیں، مسلح جوان الرٹ ہیں، انہیں فری ہینڈ بھی دے دیا گیا ہے مگر نتیجہ کیا ہے۔ کتنے سالوں سے یہ وحشت کا عریاں تماشا بغیر کسی بڑے وقفے کے ہورہا ہے، کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔

یہ سوچ سوچ کر لوگوں کی نیندیں اڑگئی ہیں کہ ان کی جان ومال اور روزی روٹی کی تباہی کا یہ کھیل کب تک جاری رہے گا۔ ملک کا ہرباسی یہ سوال کرتا ہے کہ یہاں حکومت نام کی کوئی شے ہے بھی یا نہیں۔ بلاشبہ اس صورتحال پر وزیرِاعظم کو تشویش ہے، وزیرِ اعلیٰ کو پریشانی ہے، صدر صاحب سنجیدگی سے اس پر غور کررہے ہیں، فوج بھی مضطرب ہے، مگر کیا صرف فکر واضطراب کافی ہے۔ عملی قدم کیا اٹھایا گیا ہے اور کیا اٹھایا جائے گا اور آخر کب؟

ان حالات کے بارے میں سیاست دانوں اور مصیبت کے شکار عوام کی سوچ میں واضح فرق ہے۔ ملک کا ہر شہری اس وقت یہ کہنے پر مجبور ہے کہ جب تک کوئی جامع منصوبہ بندی نہیں کی جاتی، امن قائم نہیں ہوگا۔ جب کہ حکام کا کہنا ہے کہ امن ویسے ہی بحال ہوجائے گا، بس لوگ تھوڑا صبر وتحمل سے کام لیں، حکومتی رٹ نافذ ہے۔ مگر کوئی ایک شہری بھی اس طفل تسلی پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں، کیونکہ دہشت گرد اور ان کے سرپرست آزاد ہیں۔ وہ لوگ آزاد ہیں بلکہ حکومت کی گود میں بیٹھے ہیں جن کے اشارے پر حالات خراب ہوتے ہیں۔ چند عام قاتلوں اور مجرموں کو پکڑنا لاحاصل ہے۔

علمائے کرام کا کردار قابل تعریف ہے اور ہمارے عوام کا بھی۔ علماء نے سب کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ عوام نے ان کی پکار کو سنا اور مانا۔ انہوں نے ہرگز کسی انتقامی اقدام کی کوشش نہیں کی۔ یہ ضروری تھا کیوں کہ ہماری کسی اشتعال انگیز کارروائی کا نشانہ وہ قاتل تھوڑا ہی بنتے، اس کی زد میں تو عام لوگ ہی آتے۔ ان کو بھی ویسا ہی دکھ پہنچتا جیسے ہمیں پہنچا ہے۔ اسلام مجرم کو سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام میں اس کی بھی گنجائش نہیں کہ کسی قاتل کی جگہ اس کے سگے باپ، بیٹے یا بھائی کو قتل کیا جائے۔ اسلام کہتا ہے: "کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔" ہم امن چاہتے ہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ یہ ہمارا گھر ہے۔ ہم اپنے گھر میں توڑ پھوڑ نہیں برداشت کرسکتے۔ نہ دوسروں کے ہاتھوں نہ اپنے ہاتھوں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں گھر کو نقصان پہنچانا تو اور زیادہ ناسمجھی کی بات ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر ہم کیا کرسکتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ حکومت کے کرنے کا کام تو حکومت ہی کرسکتی ہے مگر کچھ کام تو گھریلو خواتین اور ہم آپ جیسے عام شہری بھی کرسکتے ہیں۔ ہم ان مصیبت زدہ گھرانوں میں جائیں۔ ان کی ہمت بندھائیں۔ ممکن ہو تو ان سے مالی تعاون کریں۔ انہیں اخلاقی سہارا بھی دیں۔ انہیں یقین دلائیں کہ مصائب کی اس آندھی میں ہم ایک ہیں، متحد ہیں۔ ہم ایک امت کی طرح اس آزمائش سے نبردآزما ہوں گے اور سرخ رو ہوکر ان شاء اللہ اس بھنور سے نکلیں گے! ہم ساری امت کے لیے دعائیں بھی کریں۔ اور اس کے ساتھ ہم خود بھی گناہوں سے خصوصاً اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوتوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان شاء اللہ ضرور ہماری طرف متوجہ ہوگی۔

مرضِ کبر وعجب

اثر جونپوری

تم جس پہ چل رہی ہو وہ دوزخ کی راہ ہے
میری بہن زبان درازی گناہ ہے
پوشیدہ قلب میں ہے مرض کبر و عُجب کا
مقصود زودگوئی کا عزت ہے جاہ ہے
اوروں کو تم حقیر سمجھتی ہو اصل میں
جب ہی پسند اپنے لیے واہ واہ ہے
عقبیٰ کی ذلتوں کی نہیں فکر تمہیں کچھ
دنیا کی عزتوں پہ تمہاری نگاہ ہے
پھیلا ہوا جو لشکرِ ابلیس ہے تو کیا
موجود مصلحین کی ہر سو سپاہ ہے
ہیں جس کے ارد گرد گناہوں کی ظلمتیں
اعمال نامہ اس کا یقیناً سیاہ ہے
اعضائے جسم دیں گے شہادت بروزِ حشر
دیکھو تمہارے ساتھ تمہارا گواہ ہے
اندازِ خشک، ترشی لہجہ، پیامِ حق
بارِ گراں نہ ہوں کہ اثرؔ خیرخواہ ہے

مدیرِاعلیٰ : مفتی فیصل احمد
مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل
"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983
خواتین کا اسلام انٹرنیٹ پر www.dailyislam.pk سالانہ زرِتعاون اندرونِ ملک: 600 روپے، بیرونِ ملک: 3700 روپے

بڑے بول

قرأت گلستان

ماں جی کے کمرے میں محفل جمی ہوئی تھی کیوں کہ آج پورے ایک مہینے بعد شہلا سسرال آئی تھی کہ اچانک کچن میں کچھ گرنے کی آواز آئی۔ ایک لمحے کے لیے تو سب ہی چونک گئے لیکن اگلے ہی لمحے شہلا اٹھ کر فوراً کچن کی طرف بھاگی۔ اس کی بڑی نند زرینہ باجی نے ناک چڑھا کر پہلو بدلا...... وہ بھی اپنے میکے آئی ہوئی تھی۔ ماں جی کا بھی موڈ آف ہو گیا۔

''دس بچے آجائیں تو بھی اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا یہ کھٹا میٹھا آ کر کرتا ہے۔'' زرینہ باجی نے کہا تو ماں جی شروع ہو گئیں۔

''شہلا تو نہ ہی آئے تو سکون ہے...... پتا نہیں بیٹا جنا ہے یا جن کا بچہ...... کم بخت ایک دن میں دس نقصان کر کے جاتا ہے۔''

''پتا نہیں کیسی تربیت کر رہی ہے شہلا!'' زرینہ نے دوبارہ ناک چڑھا کر کہا اور اپنی چھ سالہ بیٹی کو گود میں بٹھا کر پیار کرنا شروع کر دیا۔

''لاڈلا بیٹا ہے...... باپ کی تو جان ہے...... ایسی باتیں کر کے اس کو سر پر چڑھا دیا ہے، دو تھپڑ لگاؤ تو ابھی ٹھیک ہو جائے مردود...... پتا نہیں کس پر چلا گیا، میرا شبیر تو ایسا نہیں تھا۔''

ماں جی نے غصے سے کہا۔ اتنی دیر میں شہلا کچن سے کانچ سمیٹ کر اپنے بیٹے کو سمجھاتی ہوئی باہر لے آئی۔

''اس نے نقصان کر دیا اور تم ابھی بھی اس کو پیار کر رہی ہو؟'' ماں جی نے غصے سے کہا، شہلا وضاحت کرنے لگی۔

''وہ ماں جی چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا ناں، گرم تھا تو گر گیا...... وہ اصل میں......''

''شہلا یہ اصل وصل چھوڑو...... بیٹا تم نے بگاڑا ہوا ہے، یہ بات مانو، بڑا ہو کر تو پتا نہیں کیا ہی کرے گا، ابھی سے اس کو لگام دو...... ہاں!''

''نہیں ماں جی اپنے ابا سے تو ڈرتا ہے...... گھر میں یوں نہیں کرتا۔''

''تو پھر تم اس کو سکھا کر لاتی ہو کیا؟ کہ دادی کے گھر جا کر برتن بھی توڑنا، واش روم بھی گندہ کرنا، گملوں کو گنجا کر کے آنا، پھوپھی کی بیٹی کے کھلونے توڑنا۔'' ماں جی نے کہا، شہلا شرمندہ سی ہو گئی۔

☆

''میری گڑیا...... میری رانی...... مامی کے پاس آؤ چندا!'' شہلا نے چھ سالہ گڑیا کو پیار کر کے قریب بلایا۔

''مامی یاد نہیں آتی آپ کو؟'' شہلا نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں۔'' برجستہ جواب آیا تھا۔ شہلا کو ہنسی آ گئی۔

''کیوں یاد نہیں آتی؟''

''کیوں کہ آپ کا بیٹا بہت گندہ ہے، مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا، اور آپ جب بھی آتی ہو، اس کھٹے میٹھے کو ساتھ لے کر آتی ہو۔''

''بھائی کو کھٹا میٹھا کہتی ہو؟'' شہلا نے پوچھا۔

''ہاں تو تم اس کو میٹھا کہتی ہو ناں...... اس لیے یہ کھٹا میٹھا کہتی ہے۔'' دادی نے فوراً شہلا کو جواب دیا۔ شہلا نے اسے گود میں بھر کر خوب پیار کیا......

☆

''بس باجی! نہ جانے کیوں مجھے گڑیا بہت عزیز ہے، میں جتنے دن نہیں آتی، اس کی یاد آتی رہتی ہے، اس کی چٹر پٹر باتیں یاد کر کر کے مسکراتی رہتی ہوں......'' شہلا کو بات سناتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی، زرینہ مسکرانے لگی۔

''شہلا! میری تو دن رات کی دعا ہے کہ میری بیٹی بدتمیز اور ڈھیٹ نہ ہو جیسے اکثر بچے ہوتے ہیں کہ کہنا نہیں مانتے۔'' زرینہ کی بات پر شہلا کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ فوراً غائب ہو گئی۔

''باجی! میں تو خود بیٹے پر اتنی توجہ دیتی ہوں کہ یہ سدھر جائے پر یہ تو کسی طرح شرارتوں سے باز نہیں آتا، پتا نہیں آگے جا کر بھی سدھرے گا یا مزید بدمعاش ہو جائے گا؟''

شہلا نے فکر مندانہ انداز میں کہا تو زرینہ کے چہرے پر مغرور سی مسکراہٹ چھا گئی۔ فاتحانہ انداز میں کہنے لگی۔

''کوئی نہیں سدھرتے ایسے بچے آگے جا کر بھی بلکہ اور بدمعاش ہو جاتے ہیں۔ یہ تو شروع سے ہی بچوں کی گئی تربیت ہوتی ہے جو آگے جا کر ان کی شخصیت بنتی ہے۔'' زرینہ باجی کے جواب نے شہلا کو فکر مند کر دیا، پھر وہ اچانک سے ہنستے ہنستے بولی۔

''چلو بگڑتا ہے تو بگڑ جائے کوئی بات نہیں، بعد میں گڑیا آ کر سدھار لے گی ناں!'' شہلا کہہ کر ہنسی تھی لیکن اگلے ہی لمحے اس کی ہنسی غائب ہو گئی۔

''میرا کیا دماغ خراب ہو گیا ہے شہلا! جو میں اپنی نازوں پلی، تمیزدار، خوب صورت اور لاڈلی بیٹی اس کھٹے میٹھے کو دوں گی؟ وہ تو چھوٹی سی اتنی صفائی پسند ہے کہ اس کے ساتھ کھیلنا گوارا نہیں کرتی...... تم نے آج یہ بات کی ہے، آیندہ مت کہنا، سچی بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری یہ بات بہت بری لگی ہے۔'' برا تو شہلا کو بھی بہت کچھ لگا تھا لیکن شہلا نے دل پر لگے جملوں کی مار کو نظر انداز کر کے کہا۔

''باجی میں نے تو مذاق کیا تھا...... اور......''

''پلیز مجھے ایسے مذاق پسند نہیں...... تمہارے بیٹے کو بیٹی دینے سے بہتر ہے کہ

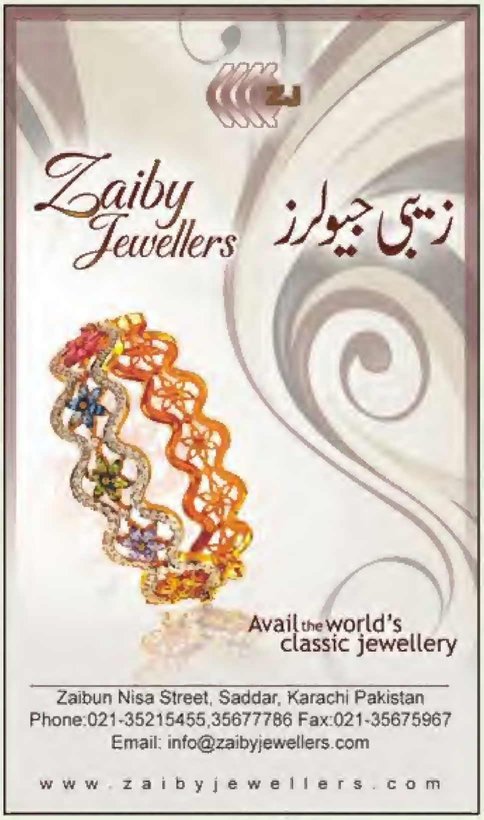

میں اس کا اپنے ہاتھوں سے گلا دبا دوں...... وہ اگر دنیا کا آخری لڑکا ہوتا تو بھی میں اسے اپنی بیٹی نہ دوں......'' زرینہ نے کہا اور غصے میں پیر پٹختے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ شہلا چپ چاپ سوچوں میں گم اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

☆

''اتنی عزت افزائی اپنے شوہر کو بتانے کی تو اس کی ذرا بھی ہمت نہیں ہوئی، پھر بلاوجہ ان کی اپنی بہن سے بدمزگی ہوتی، البتہ ساس امی کو اس نے ضرور کہا...... لیکن زرینہ باجی اس سے پہلے ہی رونا رو چکی تھیں لہٰذا ماں جی نے بھی اسے فوراً فارغ کر دیا...... دل پر چوٹ پڑی تھی اور بہت سخت پڑی تھی، اس نے پورا قصہ رو دھو کر اللہ پاک کو سنا دیا اور ہلکی پھلکی ہوگئی۔

☆

پھر ایسا ہوا کہ کچھ عرصے بعد عید کے موقع پر وہ اپنے سسرال گئی ہوئی تھی۔ سارے ہی بھائی اور ان کے بچے جمع تھے۔ سارے بچے ایک ساتھ کھیل رہے تھے۔ بے ساختہ اس کے شوہر نے اپنے چھوٹے بھائی کی بچی کو گود میں بھر کر کہا: ''یہ میری امانت ہے۔''

اس وقت کمرے میں صرف اس کی دیورانی ہی تھی۔ شہلا گھبرا گئی کہ کہیں پھر ویسی ہی عزت نہ ہو جائے جیسی زرینہ باجی نے کی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں عافیت کی دعا مانگی۔

''اللہ کا حکم ہوا تو ان شاء اللہ یہ آپ ہی کے گھر آئے گی بھائی جی۔'' اس کی دیورانی عائشہ نے کہا تھا۔ شہلا کی آنکھیں مارے حیرت کے پوری پھٹ گئی۔

''میرا بیٹا آپ کی بیٹی کے لائق نہیں ہے بھابھی...... لیکن اب میں اس پر محنت کروں گی اور اتنی کروں گی کہ یہ آپ کی بیٹی کے لائق ہو جائے...... خاندان کا سب سے ہونہار اور لائق لڑکا ان شاء اللہ آپ کا داماد میرا بیٹا ہی ہوگا۔'' شہلا کے انداز میں ایک عزم تھا...... محنت ہمیشہ رنگ لاتی ہے اور اللہ سے مانگ کر بندہ کبھی خالی نہیں رہتا...... پندرہ سال بعد مصطفیٰ کیسا ہوتا تھا، یہ وقت کو بتانا تھا۔

☆

کہتے ہیں کہ انسان اکثر اپنے کہے ہوئے الفاظ بھول جاتا ہے لیکن اللہ یاد رکھتا ہے اور لوٹاتا ہے۔ جب تک بڑے بول لوٹا نہیں دیتا موت نہیں دیتا۔ زرینہ باجی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ غرور جو ان کی شخصیت کا حصہ تھا، وہی غرور ان کی بیٹی میں بھی تھا۔ اچھے سے اچھے رشتے سے انکار کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی عمر کی خاندان کی ساری لڑکیاں بیاہ دی گئیں اور وہ غرور ہی کرتی رہ گئی۔ پھر ایک دن...... زرینہ باجی نے شہلا کو گھیرا۔ خوب آؤ بھگت اور خاطر مدارت کے بعد اپنا مدعا رکھا...... شہلا چپ ہوگئی۔

''دراصل ایسا ہے بھابھی کہ میرا بیٹا حافظ اور ڈاکٹر تو ابھی بنا ہے۔ بچپن میں جب وہ بہت خطرناک بچہ ہوا کرتا تھا، تب ہی انہوں نے عزیر بھائی کی حمیرا کو مانگ لیا تھا اور ان دونوں میاں بیوی نے فوراً اتنے بے کار بچے کے لیے ہاں کہہ دی تھی...... تب ہی میں نے ٹھان لیا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو ان کے لائق بناؤں گی...... اس لیے بہت معذرت باجی۔'' شہلا نے کہا تو زرینہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''رشتے تو گڑیا کے بھی بہت آ رہے ہیں شہلا...... بس ہمارے میاں جی کو ہی شوق آ رہا تھا کہ بیٹی میرے بھائی کے گھر جائے...... ابھی پچھلے ہفتے ہی ایک انجینئر کا رشتہ تھا...... ڈیفنس میں تو رہائش تھی ان کی...... گاڑیاں اتنی......'' زرینہ باجی اپنے مغرورانہ انداز میں شروع ہو چکی تھی۔ شہلا نے بات کاٹ دی۔

''زرینہ باجی! آپ مزید وقت ضائع نہ کریں بچی کا، اس کی ہم عمر خاندان کی ساری ہی لڑکیاں نمٹ چکی ہیں۔ آپ بھی سب اچھا دیکھ کر بسم اللہ کریں......''

''کوئی ایسی بھی بڑی نہیں ہوگئی میری بیٹی...... میری بیٹی تو......'' شہلا نے ایک بار پھر ان کی بات کاٹی اور کہا۔

''اللہ نصیب اچھے کرے باجی، میں چلتی ہوں اب خدا حافظ۔'' شہلا نے نقاب سنبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی:

''یا اللہ! ہمیشہ بڑے بولوں سے بچانا...... آمین۔''

بچوں کا اسلام کا چمکتا دمکتا
600 واں شمارہ خاص شمارہ

خاص شمارے کی کہانیوں اور مضامین کی... ایک جھلک

- ایک مرد درویش سے ملاقات آپ کو حیرت میں ڈال دے گی۔
- بچوں کا اسلام کے چھ سو شمارے ہوگئے۔ اثر جون پوری کی شوخ شنگ نظم۔
- داستان زندگی کی: جھنجھوڑ کر رکھ دینے والی کہانی۔
- ادب بے قرینہ: ادب ہے تو سب کچھ ہے۔
- آئینے کے پیچھے: ایک یہودی بچے کی کہانی۔
- کتابی کردار: ایسے کردار کیا اب بھی ملتے ہیں۔
- کس قیامت کے یہ پرچے میرے نام آتے ہیں: ایک ہنسی مسکراتی اور کھلکھلاتی تحریر۔
- بچوں کا اسلام کی عدالت میں ایک کیس۔
- زندہ کی موت: ادھار لینے اور دینے کا قصہ۔
- نیل کی دلہن: آپ کے پسندیدہ ترین سفرنامے کی قسط۔
- سائبان: قیمتی چیزیں اٹھا کر پھینک دینے والوں کی کہانی۔
- ہاسٹل: ان کے لیے جو صرف مزاحیہ کہانیاں پسند کرتے ہیں۔
- معمہ: ایک ماہر سائنس دان کی کہانی... جو راز کو نہ پا سکا۔
- معصوم امنگیں: ننھے منے بچوں کی شرارتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔
- نیوز چینل: حسب روایت۔
- دادا ابو: معاشرے کا ایک جیتا جاگتا بے مثال کردار۔
- آزادی کی قیمت: آزادی قربانیوں کے بغیر بھلا کب ملتی ہے۔
- تصویر کی دھمکی: قسط وار ناول کی آخری قسط۔

ان کے علاوہ مستقل سلسلے:
قرآن و حدیث ○ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم ○ آمنے سامنے ○ مسکراہٹ کے پھول اور دو باتیں۔
نوٹ: خاص شمارے میں ان تمام کہانیوں اور مضامین کے شامل ہونے کا امکان ہے، لیکن اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ دو تین کہانیاں شامل ہونے سے رہ جائیں۔

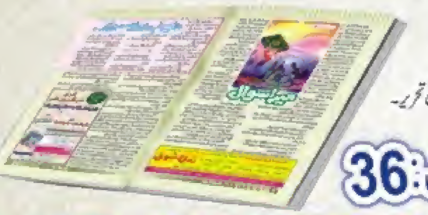

صفحات: 36

درد کا درماں

ریحانہ تبسم فاضلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

❖ مجھے درد کا درماں بہت پسند ہے. آپ کی وجہ سے بہت سے گھروں کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ مسائل ہیں۔

(1) مجھے غصہ بہت آتا ہے کبھی تو کنٹرول کرلیتی ہوں اور کبھی آپے سے باہر ہو جاتی ہوں، براہِ مہربانی کوئی علاج بتایئے۔

(2) حساس بہت ہوں ذرا ذرا سی بات پر رونا آجاتا ہے اور سر میں ہر وقت درد رہتا ہے اور نظر بھی کمزور ہے اور دو نمبر عینک لگی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں اور رسی کی طرح باریک چٹیا ہوگئی ہے، کوئی مشورہ دیں۔

(3) میرا قد چھوٹا ہے، عمر 21 سال ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ دودھ پینے سے قد میں اضافہ ہوتا ہے، میں صبح شام دودھ کا بڑا مگ پیتی ہوں، کوئی خاطر خواہ اضافہ تو نہیں ہوا، البتہ میں موٹی زیادہ ہوگئی ہوں جس کی وجہ سے قد مزید چھوٹا لگنے لگا ہے۔

(4) میرا اخلاق اچھا ہو جائے اور نیک اعمال پر استقامت ہو، اس کے لیے بھی رہنمائی فرمائیں۔

(5) الحمدللہ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہوئے شرعی پردہ بھی کرتی ہوں۔ بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ڈرتی ہوں کہ تنگ آکر چھوڑ نہ دوں اور دوسری بات یہ کہ تہجد باوجود کوشش کے نہیں پڑھی جاتی اور گرمیوں میں تو بالکل بھی نہیں، اس کے لیے بھی مشورے سے نوازیں۔ (اخت گل۔ شاہ کوٹ)

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بی بی اخت گل! درد کا درماں پسند کرنے کا شکریہ، میں آپ کے تمام مسائل کے جواب تحریر کررہی ہوں۔

(1) غصہ کے وقت درودِ ابراہیمی پڑھیں، پانی پی لیں، کھڑی ہیں تو بیٹھ جائیں، بیٹھی ہیں تو لیٹ جائیں، ممکن ہو تو غسل کریں ورنہ کم از کم وضو کرلیں۔

(2) سورۃ الرعد کی آیت نمبر 28 کا کثرت سے ورد کریں۔ رونا ہے تو اللہ کے خوف سے روئیں۔ سر میں زیتون کے تیل کی مالش کریں اور سورۃ الفاتحہ صبح وشام پڑھ کر سر پر دم کرلیا کریں۔ دنیا کی فکر کرنا چھوڑ دیں، بال لمبے ہو جائیں گے۔ سورۃ اللیل صبح وشام پڑھ کر پانی پر دم کرکے پی لیں۔

(3) لا الٰہ الا اللہ کا چلتے پھرتے ورد کریں، احساسِ کمتری ختم ہو جائے گا۔

(4) قد بڑھنے کے لیے صبح وشام ایک تسبیح یَارَافِعُ (اول وآخر تین مرتبہ درود شریف) کی پڑھیں، ان شاء اللہ قد بڑھ جائے گا، اس کے علاوہ صبح شام رسی کودیں (5 سے 10 منٹ تک) اور پنجوں کے بل ایڑی اٹھا کر ورزش کریں (پانچ منٹ تک)۔ وزن زیادہ ہو رہا ہے تو گھر میں پوچھا لگایا کریں۔

(4) حضورِ اقدس ﷺ کی سیرتِ طیبہ روزانہ پڑھا کریں، بااخلاق بن جائیں گی۔

(5) یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِک کثرت سے پڑھیں، تمام مشکلات ختم ہو جائیں گی اور استقامت پیدا ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

❖ باجی! مجھے درد کا درماں بہت پسند ہے۔ میری عمر 23 سال ہے اور پچھلے ڈیڑھ سال سے مجھے لیکوریا اور قبض کے بھی شدید مسائل درپیش ہیں، شاید اسی وجہ سے میرے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں، اب تو آدھی گنجی ہوگئی ہوں۔ میں بالوں کے لیے ہر حکیم اور اسکن اسپیشلسٹ کے پاس گئی اور ہر وہ تیل اور ٹوٹکا جو پڑھا، سنا، استعمال کیا لیکن ذرہ برابر بھی افاقہ نہیں ہوا ہے۔ باجی میں بہت پریشان ہوں، مجھے کوئی وظیفہ بتادیں جس سے میرے یہ تینوں مسئلے ختم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیں۔ آمین۔ (ح۔س۔ک۔ ملتان)

ج: بی بی ح، س، ک! درد کا درماں پسند کرنے کا شکریہ۔ بی بی! لیکوریا کے لیے کچے کیلوں کو باریک باریک کاٹ کر سائے میں سکھالیں، پھر اس کا پاؤڈر بنالیں۔ ایک چھوٹا چمچ نہار منہ، ایک چھوٹا چمچ شام کی چائے سے قبل لیں۔ اس کے ساتھ ہی معجون سپاری پارک کسی اچھے دواخانے کی استعمال کریں۔ قبض کے لیے دو انجیر رات کو بھگو دیں اور صبح ناشتہ سے قبل کھالیں، قبض بھی ختم ہو جائے گا۔ پرانا ٹاٹ جلا کر اس میں زیتون کا تیل ملا کر رکھ لیں۔ مالش کرتے وقت 'یاقوی' پڑھتی رہیں (یقین کے ساتھ) دعا بھی کریں، جو بھی دوا کھائیں یا پانی پر دم کریں بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تین مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ سیکاکائی، آملہ اور ریٹھارات کو کسی لوہے کے برتن میں بھگو دیں، دن میں انہیں پیس کر سر دھولیں۔ شفا دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

صرف جواب:

بی بی م، ع! حضورِ اقدس ﷺ نے دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا (1) قرآن مجید (2) سنتِ نبوی (ﷺ) آپ مجھ ناچیز سے رات کو 9 سے 10 تک، کسی بھی وقت رابطہ کرسکتی ہیں، اخلاقِ رذیلہ سے منہ موڑ لیں، اخلاقِ کریمانہ کی چھاؤں آپ کو محسوس ہوگی۔ اللہ کی رحمت کی چادر آپ کو محفوظ کرے گی۔ فون نمبر یہ ہے……021-36612862

عرصہ 20 سال سے
دیوا یونانی کیپسول
چنگے گالوں، دبلے پتلے جسم کو موٹا، خوبصورت اور طاقتور بنائیں
منی بیک گارنٹی کے ساتھ
■ جسم کی بھرپور نشوونما کرکے وزن بڑھائے
■ اعصابی کمزوری کو ختم کرکے توانائی بحال کرے
■ کمزور پچکے گالوں کو بھرپور صحت مند اور سڈول بنائے
■ معدے و جگر کی اصلاح کرکے خوراک کو جزوِ بدن بنائے
دیوا کیپسول طبی ماہرین کی زیرِ نگرانی انتہائی بے ضرر جڑی بوٹیوں سے تیار کیے گئے ہیں جو جگر، معدہ کی اصلاح کرکے بھوک لگاتے ہیں، جسم میں توانائی بحال کرتے ہیں، بھوک کی کمی کو دور کرکے چہرے پر سرخی اور شادابی لاتے ہیں بیماری کے بعد جسم کی کھوئی ہوئی طاقت بحال کرتے ہیں۔ کیپسول ایک ایسی صحت بخش اور طاقت ور دوا ہے جو ذہنی وجسمانی تھکاوٹ، سستی، کاہلی، لاغری اور نقاہت کا خاتمہ کرکے طبیعت میں چستی اور تازگی پیدا کرتے ہیں اور نظامِ انہضام کو درست کرکے بھوک لگاتے ہیں۔
علامات: آپ عورت ہیں یا مرد آپ ایک حد سے زیادہ کمزور نظر آتے ہوں آپ کی کلائیاں سوکھی ہوئی ہوں ہاتھوں کی پشت پر رگیں ابھری ہوئی ہوں آپ بے حد حساس ہوں نیند کم آتی ہو جسم گرم رہتا ہو قوتِ برداشت میں کمی طبیعت میں غصہ اور مزاج میں چڑچڑاپن ہو۔
اگر درج بالا علامات آپ میں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ضرورت سے زیادہ کمزور اور سوکھے ہوئے ہیں تو آپ کو ایسے علاج کی ضرورت ہے جس سے آپ کا جسم صحت مند اور سڈول بن جائے
ان سب علامات میں دیوا کیپسول کامیاب اور مفید و موثر دوا ہے
ڈیلر: بادشاہ دوا ہٹی بوہڑ بازار راولپنڈی 0515533528
www.devapak.com
ہر قسم کے طبی مشورہ کے لیے 12 سے 6 بجے کال کریں گھر منگوانے کے لیے 03335203553 پر skype کریں
DEVAPAK اپنا نام پتہ sms کرکے معلوماتی کتابچہ مفت منگوائیں 03457000088

دُنیا پرستی

افف یہ سوشل اسٹڈیز تو مجھے انتہائی بور مضمون لگتا ہے۔ اتنی روکھی پھیکی جگہوں کے نام یاد کرو، کہاں سے تیل نکلتا ہے، کہاں سے کوئلہ اور کہاں سے گیس، اللہ اللہ کر کے اس درجے میں پہنچے کہ اس روکھے پھیکے مضمون سے جان چھوٹی مگر ہائے رے تقدیر کے کھیل۔ آج برسوں بعد ہماری بیٹی کے ہاتھوں میں معاشرتی علوم کی کتاب تھی اور وہ بعض الجھتی ڈوروں کو سلجھانے کے لیے ہمارے پاس آئی تھی۔

زمین گول ہے۔ دنیا میں کتنے ممالک سرد ہیں اور کتنے گرم۔ پھر سے دنیا کا نقشہ گول دیکھا تو کچھ ہمارا سر بھی گول گول گھومنے لگا۔ ہم نے ذرا دماغ کو جھٹکا دیا کہ راہِ راست پر آئے اور دنیا کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

مطالعۂ کتب سے ایک بات ذرا اہم معلوم ہوئی کہ بت پرستی کی نئی صورت دنیا پرستی ہے۔ دنیا کیا ہے؟ ایک عام انسان کی نظر میں۔

اچھا گھر، اچھا رہن سہن، قیمتی گاڑی، لاکھوں کا بینک بیلنس......خواہشات اور تعیشات کی دوڑ میں جو سب سے آگے ہے بس اسی کو کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ خوب صورت و عالی شان گھر کو جنت نما کہا جاتا ہے۔ چاہے وہ مکینوں کے لیے جہنم کے قریب تر کیوں نہ ہو۔ آج لوگ اپنی چیزوں کو پوج رہے ہیں، انہی میں دل اٹکا ہے، انہی کے لیے تگ و دو ہے۔ یہی ابتدا بن گئی، یہ ہی انتہا بن گئی۔ بت پرستی تو بہت پیچھے رہ گئی۔

دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھیے! کتنا اندھیرا ہے۔ آسمان پر اس کا وہی حصہ چمکتا ہے جہاں ذکر اللہ کیا جا رہا ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں (مفہوم):

دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں اتنی سی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ اس انگلی پر کتنا پانی لگا ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجیے، دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے

اہلیہ راشد اقبال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں اور دنیا میں تو وہ شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہیں۔

معاشرتی علوم میں دنیا کا چاہے جو نقشہ ہو، سائنس میں دنیا چاہے جتنی ترقی کر گئی ہو مگر اللہ رب العزت کے نزدیک معیارِ دنیا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مفہوم):

دنیا ملعون اللہ کی رحمت سے دور ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، ہاں اس میں اس کا جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ملعون نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو بوڑھی عورت کی شکل میں دیکھا، جو خوب اچھی طرح مزین تھی تو اسے کہا تو نے کتنے خاوند کیے؟ وہ کہنے لگی بے شمار، تعداد معلوم نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، ان سب کا انتقال ہو گیا یا انہوں نے تجھے طلاق دے دی؟ کہنے لگی، میں نے سب کو قتل کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے، تیرے باقی خاوندوں کا برا ہو وہ تیرے سابق شوہروں سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے تو ایک ایک کو کس طرح قتل و ہلاک کر رہی ہے، وہ پھر بھی نہیں بچتے۔

طالب دنیا لمبی عمر کا خواہش مند ہوتا ہے، حرص و ہوس میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ انسان کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی۔ طالب دنیا کو سونے سے بھرا اگر ایک جنگل مل جائے تو وہ دوسرے کی طلب کرے گا۔ اللہ ہمیں اس دنیا پرستی اور حرص و ہوس سے بچائے اور زندگی اپنی رضا کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

1987ء سے خدمت میں مصروف
پُھلبھری، برص
LEUCODERMA-VITILIGO
STEROIDS FREE
MOST PROGRESSIVE TREATMENT
سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے
ایوارڈ یافتہ
اجمل زیدی
(ماہرِ برص)

کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام
کراچی قیام: 13 مارچ تا 27 مارچ، 13 جولائی تا 27 جولائی، 13 نومبر تا 27 نومبر
فون: 9-37012068(021) موبائل: 8566188(0300)
پشاور قیام: یکم فروری تا 10 فروری، یکم جون تا 10 جون، یکم اکتوبر تا 10 اکتوبر
ہوٹل امین، جی ٹی روڈ ہشت نگری چوک پشاور شہر
فون: 19-2218215(091) موبائل: 8566188(0300)
ملتان قیام: 28 مارچ تا 6 اپریل، 28 جولائی تا 6 اگست، 28 نومبر تا 7 دسمبر
ہوٹل سلور سینڈ، ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل، ملتان۔
فون: 4518061-62/4582803(061) موبائل 8566188(0300)
لاہور قیام: 14 فروری تا 27 فروری، 14 جون تا 27 جون، 14 اکتوبر تا 27 اکتوبر
گلف سنٹر آفس 16 فیروز پور روڈ مزنگ چونگی
لاہور 0300-8566188
اسلام آباد مستقل پتہ: 8 اپریل تا 30 مئی، 8 اگست تا 30 ستمبر، 9 دسمبر تا 30 جنوری
مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8-1 نزد چوک (اسلام آباد)
فون: 2255880-2854595(051) موبائل 8566188(0300)
E-mail:syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

چائے کا ایک گھونٹ

ساجدہ غلام محمد۔ مانچسٹر

''بھائی جی، سامان کدھر رکھوں؟''

ایک اٹیچی کیس سر پر اٹھائے اور دوسرا دائیں بغل میں دبائے قلی ہمارے میاں سے پوچھ رہا تھا، جو تیسرا اٹیچی کیس ایک بغل میں اور دوسری بغل میں سارب کو دبائے ہوئے تھے۔ سارب اس شاندار سواری سے کتنا لطف اندوز ہو رہا تھا، اس کا اندازہ اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں سے بخوبی ہو رہا تھا۔ قلی کے سوال پر میاں جی نے ڈبے کی سیٹ نمبر کا موازنہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹکٹ سے کیا اور پرسکون انداز میں دونوں بغلیں ڈھیلی کر کے ان میں دبا ہوا 'سامان' چھوڑنے ہی لگے تھے کہ ہم نے جھٹ سے سارب کو تھام لیا۔

''بس یہیں کہیں رکھ دو۔''

اور یہ 'یہیں کہیں' کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اصل میں ہم دونوں اور ہمارے تین عدد بچے جا رہے تھے مری گھومنے اور کچھ رشتہ داروں سے ملنے، بذریعہ ٹرین پنڈی اور وہاں سے بذریعہ ہائی ایس مری (اگر ہائی ایس میں ہمارے بھاری بھرکم اٹیچی کیس آ گئے تو!)۔ چار گھنٹے انتظار کے بعد ٹرین نے اپنا دیدار کرایا اور اب ہم اپنی نشستوں کے سامنے حیران پریشان کھڑے معائنہ کر رہے تھے۔ ہم نے پانچ سیٹیں بک کرائی تھیں لیکن یہاں تو نہ سیٹیں خالی تھیں اور نہ ہی سیٹوں کے درمیان والی جگہ۔ ہماری جگہوں پر تو ایک پورا خاندان، اور خاندان سے زیادہ ان کا سامان آباد تھا۔ ایک کھڑکی والی نشست پر دو کمسن بچے باہر جھانکنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے۔ ان کے پاس ہی ایک وجود سر تک چادر اوڑھے سونے میں مصروف تھا اور دوسری کھڑکی والی نشست پر ایک نک چڑھی لڑکی اپنے موبائل میں مگن۔

''بھائی جی، معائنہ بعد میں کر لینا، ریل چلنے والی ہے، یہ اپنا سامان پکڑیں اور مجھے میرے پیسے پکڑائیں۔''

یہ کہہ کر قلی نے جلدی سے ہمارے اٹیچی کیس نشستوں کے درمیان رکھے بیگوں کے اوپر رکھے اور خود ہاتھ جھاڑ اور دانت نکال کر ہمارے میاں کو دیکھنے لگا۔

''آئے ہائے کم بخت! کیا اندھا ہو گیا ہے، ہمارا سامان توڑنا ہے کیا؟'' نک چڑھی لڑکی کے پاس ہی نیند میں جھولتی ایک عدد اماں جی اچانک بیدار ہو گئیں اور قلی کو ڈپٹا۔

''ماں جی! یہ ہماری جگہ ہے۔ آپ لوگ ہماری سیٹوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔'' ہمارے میاں جی بولے تھے۔

''تو بیٹھے ہی ہوئے ہیں ناں، ساتھ تھوڑا ہی لے جائیں گے۔'' اماں جی نے سخت برا منایا۔

''لیکن ہماری سیٹیں......؟'' میاں جی منمنائے۔ ایک تو ماں جی کی عمر کا لحاظ، دوسرا ان کا ڈیل ڈول۔ ''ہاں ہاں سن لیا، تمہاری سیٹیں ہیں تو میاں آ جاؤ تم لوگ بھی بیٹھ جاؤ، ہم نے روکا تھوڑی ہے۔ اے شمع! مجھے سہارا دے کر بٹھا ذرا۔''

نک چڑھی شمع نے پہلے تو چونک کر، پھر سراسیمہ ہو کر انہیں دیکھا۔ ''دادی اماں، میری کمر میں 'چک' پڑ جائے گی۔ آپ 'شفیق' یا 'رفیق' کو کہہ دیں ناں۔''

''وہ نالائق تو سٹیشن پر نان پکوڑے لینے گیا ہے، اور رفیق تو ہر جگہ سو ہی جاتا ہے۔ اے رفیق! اٹھ جا اور مجھے بھی اٹھا، رفیق!''

مخاطب وہی چادر اوڑھے سویا ہوا وجود تھا۔ آخر اماں کی آوازیں اسے اٹھانے میں کامیاب ہو ہی گئیں۔

''او بھائی صاحب......'' قلی نے ہمارے میاں کا کندھا ہلایا۔ اُدھر میاں جی نے قلی کو پیسے تھمائے، اِدھر ٹرین چلنا شروع۔

''آئے ہائے، شفیق کدھر رہ گیا؟ اے شفیق! ......شمع، کھڑکی سے سر نکال کر آواز دے اسے...... شفیق......اے شفیق!'' آخر میں اماں نے خود ہی آوازیں دینا شروع کر دیں۔

''آ گیا ہوں دِدّو۔'' ہمارے میاں کے پیچھے سے ایک اور بھاری بھرکم وجود برآمد ہوا۔ موٹاپا شاید ان سب کی شناختی علامت تھا۔ خیر، ان موصوف نے آ کر اماں کو سہارا دے کر بٹھایا، پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔

''خیر ہے بھائی صاحب، اِدھر کیوں کھڑے ہیں؟''

''جی یہ ہماری سیٹیں ہیں......'' ہمارے میاں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اماں جی پھر بولیں۔

''اچھا بھئی ٹھیک ہے، تمہاری سیٹیں تمہیں مبارک، بس اگلے سٹیشن پر ہم اتر جائیں گے، جب تک تم لوگ اِدھر بیٹھ جاؤ۔''

اتنا کہہ کر انہوں نے بمشکل کھسک کر تھوڑی سی جگہ بنائی۔ اور اس تھوڑی سی جگہ پہ ہم محتشم اور صارم کے ساتھ بمشکل بیٹھ ہی گئے۔ دادی اماں کی دیکھا دیکھی ان کے چاروں پوتوں نے بھی حقیقتاً تھوڑی سی ہی جگہ بنائی اور اس تھوڑی سی جگہ پہ ہمارے مسکین میاں جی پھنس کے رہ گئے۔ سارب ان کے گھٹنوں پہ بیٹھ گیا اور یوں ہمارا سفر شروع ہوا۔

اگلے سٹیشن پہ یہ قبضہ گروپ اترا تو ہماری جان میں جان آئی۔ بچے بھی کھڑکی کے پاس بیٹھ کر باہر کا نظارہ کرنے لگے۔

''امی جی، بھوک لگی ہے۔''

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محبتِ الٰہیہ

2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض و موت
10 اصلاح خلق کا الٰہی نظام

اصل قیمت ~~750/=~~

رعایتی قیمت 450/=

منی آرڈر روانہ فرمائیں ڈاک خرچ مفت

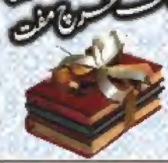

کتاب گھر

کراچی 75600

فون: 021-36688747,36688239

ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

آپ جان گئے ناں کہ یہ جملہ ہمارے کس برخوردار نے کہا ہوگا؟ خیر، ابھی ہم بچوں اور بچوں کے ابو کو سینڈوچ کھلا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک سارب بولا:

"ابو جی، وہ کیا ہے؟" ہم سب نے ہی اس کے اشارے کی سمت چونک کر دیکھا۔ ہماری ہی نشست کے اوپر والی برتھ کے ایک کونے سے ایک عدد زنانہ چٹیا لٹک رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ ہماری نشست کے اوپر والی برتھ پہ ایک عدد خاتون اپنی چار پانچ سالہ بچی کے ساتھ اور دوسری برتھ پر ایک عدد حضرت خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ وہ چٹیا اسی بچی کی تھی۔ خیر، وہ گھوڑے بیچ کے سوئیں یا گدھے، ہمیں کیا، یہی سوچ کے ہم نے پلاسٹک کے کپ میں ٹھنڈی چائے (جی ہاں، ہمارے میاں ٹھنڈی چائے پیتے ہیں!) ڈال کر میاں کی طرف بڑھائی ہی تھی کہ اچانک کوئی چیز غڑاپ سے اس میں جا گری اور ہمارے ہاتھ سے ڈر کے مارے کپ ہی چھوٹ گیا۔ اوسان بحال ہوئے تو فرش پر چھپکلی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں کہ چھت سے یہی ایک مخلوق چھلانگ لگا سکتی ہے۔ چھپکلی تو نظر نہ آئی، البتہ گری ہوئی چائے میں ایک عدد موبائل ضرور نظر آیا۔

"یہ کہاں سے آیا؟" ہم نے حیرت سے میاں کی جانب دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ ٹرین کے جھٹکے لگنے کی وجہ سے ان کی جیب سے گرا ہے۔"

ان کا اشارہ اوپر سوئے ہوئے حضرت کی جانب تھا جو ابھی بھی بے خبر سو رہے تھے۔ ٹشو سے موبائل اچھی طرح صاف کر کے میاں کو پکڑایا اور میاں جی نے ان حضرت کو پکڑانے کے لیے ان کا کندھا ہلایا۔ پہلے تو ٹس سے مس نہ ہوئے، تیسری دفعہ میاں نے ذرا زور سے ہلایا تو ہڑ بڑا کر اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں سر ٹرین کی چھت سے ٹکرایا۔

"کیا مصیبت ہے...... کیا بات ہے؟" چوٹ کا غصہ میاں پہ نکلنے ہی لگا تھا کہ انہوں نے فوراً موبائل آگے کر دیا۔

"یہ آپ کا موبائل نیچے گر گیا تھا۔"

"نیچے گرا تھا؟ خود ہی نیچے کیسے گر سکتا ہے؟" ان کا مشکوک لہجہ ہمیں ایک آنکھ نہ بھایا۔ ہمارے معصوم سے میاں پہ شک کر رہے تھے!

"یہ آپ اپنے موبائل سے پوچھیں۔ ہم چائے پی رہے تھے کہ ہمارے کپ میں آ گرا۔"

یہ کہہ کر میاں جی فوراً اپنی نشست پہ آ کر بیٹھ گئے کہ بات مزید آگے نہ بڑھ جائے۔ وہ حضرت بھی کچھ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئے۔

"نیکی کا کوئی زمانہ ہے اب؟" میاں جی خفا خفا سے تھے۔ ہم نے چپ چاپ چائے کا دوسرا کپ ان کی جانب بڑھا دیا۔

"پاپے نہیں رکھے تھے؟" 'چائے' سے ہمارے ذہن میں پانی، پتی، چینی اور دودھ ابھرتا ہے ناں، ہمارے میاں کے ذہن میں پاپے بھی ابھرتے ہیں!

"اوہ نہیں، ذہن سے نکل گیا۔" ہم نے ندامت سے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

"ابو جی، یہ بسکٹ چائے میں ڈبو لیں۔" محتشم کے بسکٹ صحیح وقت میں کام آئے۔ میاں نے مجھے گھورتے ہوئے پہلا بسکٹ چائے میں ڈبویا ہی تھا کہ پھر غڑاپ کی آواز آئی اور چائے کا کپ نیچے! اب بھی چھپکلی نہیں تھی بلکہ براؤن رنگ کا ایک بٹوہ چائے میں نہانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ میاں جی نے غصے سے اوپر لیٹے حضرت کی جانب دیکھا۔

"اب کیا کروں؟ موبائل دینے پہ بھی ایسے گھور رہے تھے جیسے میں نے خود ان کی جیب سے نکالا ہو۔ یہ تو پھر بٹوہ ہے!" بات ان کی بھی ٹھیک تھی۔

"ایسا کریں، بٹوہ آہستگی سے ان کے قریب ہی ایسی جگہ رکھ دیں جہاں سے گر نہ سکے۔"

ہمارا مشورہ مفت تھا اس لیے میاں جی نے فوراً مان بھی لیا اور بٹوہ ان کے بازو کے پاس رکھ دیا کہ وہ ذرا سا بھی ہلتے تو بٹوہ ان کے وجود کے نیچے آ جاتا اور یوں نیچے گرنے سے بچ جاتا۔

"اب...... چائے...... دوں؟"

ہم نے ڈرتے اور تھوڑا ہنستے ہوئے پوچھا (نقاب کی وجہ سے میاں جی کو ہماری ہنسی نظر نہ آئی ورنہ......!)

"اب پتا نہیں ان کی جیب سے کیا نمودار ہو گا......؟" انہوں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"اچھا، دے ہی دو۔" اور ہم نے چائے کا تیسرا کپ ان کی طرف بڑھایا۔ احتیاطاً اوپر برتھ کی طرف بھی نظر دوڑالی کہ ان حضرت کی جیب سے کچھ اور تو نہیں گرنے والا، لیکن پھر بھی 'غڑاپ' کی آواز کے ساتھ کپ میں کچھ گرا، کپ نیچے گرا اور ہمارے منہ سے ہنسی نکل گئی۔

'امم...... می!...... چھپ...... کلی!' ایک چیخ کے ساتھ سارب میری گود میں چڑھا تو ہم بھی ہنسی بھول کے سراسیمہ ہو گئے اور فوراً ٹانگیں اوپر نشست پہ رکھ لیں اور صورتحال کا جائزہ لیا۔ فرش پر چائے کے تالاب (تین کپ چائے گرنے کے بعد تالاب ہی بننا تھا!) میں ایک چھپکلی تیرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنے ہاتھ، پاؤں اور دم ہلا رہی تھی۔

پس ثابت ہوا کہ اس سارے سفر میں چائے کے ایک گھونٹ پہ بھی ہمارے میاں جی کا نام نہ لکھا تھا!

یادوں کے جزیرے

مرے دیوار و در اور اجنبی سے
عجب الم ہے کربِ آگہی سے
وہ گھر کھولی تھی جس میں آنکھ میں نے
الگ ہو جیسے اپنی زندگی سے
وہ گلیاں جن کو کرنیں چومتی تھیں
بہت دھند لا گئی ہیں تیرگی سے
وہ اِک مانوس سی خوشبو کہاں ہے
جو پھوٹی پڑ رہی تھی ہر گلی سے
مری بچپن کی یادوں کے جزیرے
ہوئے غرقاب اشکوں کی نمی سے
نہ جانے کیا ہوئے وہ ہنستے چہرے
کبھی جن کو علاقہ تھا خوشی سے
زمیں میری ہے لیکن بے زمیں ہوں
اجالوں میں جدا ہوں روشنی سے
ورق میری مقدس چاہتوں کا
الگ کر کے کتابِ زندگی سے
مری دھرتی نے دی آواز مجھ کو
پسِ اُلفت عجب بیگانگی سے
جو اوراقِ مصور کی طرح تھے
وہ کوچے کیا ہوئے پوچھو کسی سے
قیامت ہے کہ وہ مانوس چہرے
نظر آتے ہیں مجھ کو اجنبی سے
فضا خاموش ہے سونی ہیں گلیاں
کبھی معمور تھیں جو زندگی سے
وہ فردوسِ نظر میری حویلی
چمکتی تھی جو کیفِ سرخوشی سے
یہ شہرِ جاں مری یادوں کا مدفن
مجھے تکتا ہے کس حسرت کشی سے
مرے لب پر یہ کس کا مرثیہ ہے
جلی جاتی ہوں سوزِ آگہی سے
یہ کیسا انقلاب آیا ہے دیکھو
لہو رستا ہے میری شاعری سے

ریحانہ تبسم فاضلی

رسمِ وفا

14

مناجیہ جبیں

”پھر تمہارا خیال ریان کی طرف گیا۔“ معیز نے کہا۔

”جی...... اگر وہ مان جائیں تو یقین مانیں، ابیہ ان کے لیے بہترین شریک سفر ہوگی اور سب سے بڑی بات ریان بھائی اہل کو بھی ابیہ سے دور نہیں کریں گے۔ آپ کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اہل والے حادثے نے ریان بھائی کو کس طرح اندر سے بدل دیا ہے اور معیز تبدیلی صرف وہی دل قبول کرتے ہیں جو سچے ہوں، خدا ترسی کا جذبہ رکھتے ہوں، جن کو قبول کرلیا گیا ہو۔“ آسیہ کے لہجے میں ابیہ کی محبت بھی تھی اور ریان کی عظمت بھی۔

”ٹھیک ہے پہلے میں خود غور کرلیتا ہوں اس لیے کہ یہ آسان معاملہ نہیں، ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں ایک نوجوان کے لیے بیوہ کو قبول کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ خاص طور سے جبکہ لڑکے میں بظاہر نہ کوئی عیب ہے اور نہ ہی وہ طبیعت کا لالچی ہے کہ محض دولت کی چکا چوند میں اس رشتے کو قبول کرلے۔ اگر اپنا نفس مان بھی جائے تو پھر بھی لوگوں کی باتیں اور ان کے طعنے سننا آسان نہیں۔ بہرحال یہ بات بہت غور وخوض کے بعد ہی طے ہوگی، تم دعا کرو۔“ معیز نے آسیہ کو تفصیل سے سمجھایا۔

”ایک بات اور......“ آسیہ آہستہ سے بولی۔

”ہاں جی بولو...... اور خدا کے واسطے قسطوں میں نہ بولو۔“ معیز کچھ شوخ ہوا۔

”اگر ریان بھائی راضی نہ ہوئے تو پھر آپ کو ابیہ سے شادی کرنی ہوگی۔“ آسیہ نے دوسرا دھماکا کیا۔

”کیا؟......“ معیز واقعی اچھل پڑا تھا۔ ”تمہیں پتا بھی ہے کہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”تو کیا ہوا، اسلام میں بیک وقت چار شادیوں کی اجازت ہے۔“ آسیہ کا لہجہ حتمی تھا۔

”یہ مبارک خیال تمہیں آج رات بارہ بج کر انچاس منٹ پر ہی کیوں آیا؟ اس سے پہلے کہاں تھیں؟ جب ہم ارادے باندھتے توڑتے رہتے تھے۔“ معیز نے آسیہ کی بات کو مزاح کا رنگ دے دیا۔

”اچھا تو آپ ارادے کرتے آئے ہیں!“ آسیہ کی بھنویں تن گئیں۔

”اچھا چھوڑو...... تمہارا ارادہ اتنا ہی پختہ ہے تو پھر میری بھی ایک شرط ہے۔“ معیز پاؤں پسار کر لیٹ گیا۔

”وہ کیا؟“ آسیہ جلدی سے بولی تھی۔

”میں دوسری، تیسری اور چوتھی ایک ساتھ کروں گا۔ مہنگائی کا زمانہ ہے، ہر دو سال بعد اپنی شادی کے اخراجات نہیں اٹھا سکتا، ایک بار ہی زحمت کیے لیتا ہوں۔“ وہ صحیح معنوں میں اپنے موڈ میں واپس آچکا تھا۔

”پھر تھوڑا ٹھہر جائیں آپ، میں پانچویں بھی ڈھونڈ لوں۔“ آسیہ نے جل کر کہا۔

”نہیں ایک وقت میں پانچ نہیں ہوسکتیں، ہاں ایک صورت ہے کہ پہلی چار میں سے ایک اللہ کو پیاری ہوجائے تو......“ معیز نے کہا اور کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں۔

”کیا؟؟“ آسیہ چیخ اٹھی تھی۔

☆

تین دن تک مسلسل ابیہ کے پاس لوگوں کی آمد ورفت رہی۔ کیا میکہ، کیا سسرال سب ہی جاننے والے چلے آرہے تھے۔ اسلام آباد سے ایہاب کے ماموں کی فیملی بھی آگئی تھی اور بھی اِدھر اُدھر سے مہمان آگئے تھے جو یہیں قیام پذیر تھے۔ تین دن بعد لوگوں کی آمد ورفت میں کمی ہونے لگی، جو رشتے دار دور سے آئے تھے، وہ دو چار دن رک گئے۔ ہمدانی صاحب اور ان کی بیگم بھی مستقل یہیں تھیں۔ اب یہاں ان کے علاوہ ابیہ کا تھا ہی کون۔ اہل دن میں کئی بار دادو کا پوچھتی اور ابیہ اس کے چھوٹے سے ذہن کو یہ سمجھانے سے قاصر تھی کہ سفید لباس پہن کر لوگ کہاں چلے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ضد میں آجاتی تو ابیہ اور آسیہ اسے رابعہ کے ساتھ مصروف کردیتیں۔ ابیہ کی اماں اس کے لیے بہت پریشان تھیں۔ اب تو رشتہ داروں کی آنکھوں میں بھی یہ سوال عبارت تھا کہ ابیہ کا کیا ہوگا؟ ابیہ کے اماں بابا اس سوال کا عکس بخوبی دیکھتے اور خاموش ہوجاتے کہ فی الحال ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ چند دن اور گزرے تو اسلام آباد سے آئے ہوئے ایہاب کے ماموں کی فیملی نے بھی رختِ سفر باندھا۔ سولہویں دن تک گھر میں سناٹا پھیل گیا تھا۔ صرف ابیہ، اس کے ماما، بابا اور اہل ہی تھے۔ آسیہ دو تین دن بعد گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے چکر لگا لیتی تھی۔ زندگی اپنے ڈھب پر واپس آنے لگی تھی۔ اہل دوبارہ اسکول جانے لگی تھی کہ کسی کے جانے کا غم کب تک منایا جاسکتا تھا۔ دنیا کے کام نہ کسی کے آنے سے رکے نہ جانے سے، یہ تو چلتے رہتے ہیں اور مسافر اپنی مدت قیام پوری کرکے جاتے رہتے ہیں۔

جمعہ کو عصر کے بعد ابیہ تلاوت سے فارغ ہوئی تو اماں نے اسے آواز دی۔ وہ باہر لان میں تھیں۔ ابیہ نے اہل کو دیکھا وہ اپنے نانا کے ساتھ مشغول تھی۔ وہ باہر آگئی۔ اماں کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ ابیہ کے آنے پر وہ چونکیں اور اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

”جی ماما!“ ابیہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا، مگر ان کی محویت میں فرق نہ آیا، ابیہ نے حیرت سے انہیں پھر پکارا۔

”اماں کیا ہوا؟“ وہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کریں۔ بالآخر انہوں نے گویا سرا تلاش کر ہی لیا۔

”ابیہ اس ایک سال میں حالات نے جس طرح پلٹا کھایا ہے، انسان اس کے آگے بے بس اور مجبور ہے، سب نے جانا ہے کسی نے جلد کسی نے دیر، باری سب کی آنی ہے۔“ وہ تمہید باندھنے کی کوشش کررہی تھی۔ ابیہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔

”تمہارے مستقبل کے حوالے سے میں اور تمہارے بابا دونوں بے حد پریشان ہیں۔ تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟“ انہوں نے بات کرتے کرتے ایک دم سوال کیا۔ ابیہ ان کی بات سمجھ گئی تھی۔

”ماما، اہل ہے ناں میرے پاس......“ اس نے کمزور دلیل ڈھونڈی۔

”تم اہل کے ساتھ پوری زندگی گزار لوگی؟ بغیر کسی مضبوط سہارے کے؟ بغیر کسی سائبان اور پناہ گاہ کے؟“ ان کے لبوں پر کئی سوال تھے۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

”دیکھو بیٹا! ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اپنے گھر میں ہنستا بستا دیکھنا چاہتے ہیں، یہ ماں جو اپنے جگر کا ٹکڑا نکال کر غیروں کے سپرد کرتی ہے ناں تو پھر صرف ایک ارمان رہ جاتا ہے اس کا، ایک ہی آرزو پالتی ہے وہ سینے میں کہ اپنی بیٹی کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھے اور تمہاری ویران زندگی دیکھ کر ہمارے دل روتے ہیں، ابیہ پھر ہمیں اپنی زندگی کا کون سا بھروسہ ہے کہ میں اور تمہارے بابا ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے۔ بیٹا! عورت کی عزت مرد کی آہنی پناہ گاہ میں رہنے میں ہے، تم کہاں تک اکیلی اس معاشرے کا مقابلہ کروگی؟ پھر یہ غیر فطری بھی ہے، دولت زندگی کے آرام وآسائش تو فراہم کرسکتی ہے، تحفظ اور محبت نہیں......“ انہوں نے سمجھانا چاہا۔

”ٹھیک ہے اماں مگر ابھی کچھ نہ کہیں، کچھ عرصہ ٹھہر جائیں کہ میں خود کو سنبھال لوں۔“ اس نے بھیگتی پلکوں اور رندھے ہوئے لہجے کو شدت کے ساتھ روکا تھا۔ اماں کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ ابیہ کو قائل کرنے کا مرحلہ بے حد دشوار ہوگا۔ دونوں ہی بے بسی کی انتہا پر تھیں۔ ایک وہ جو اولاد کا درد سینے میں پال رہی تھیں۔ ایک ان کی بیٹی جو شوہر کی موت کے بعد بہت ٹوٹ کر بکھری تھی۔ مغرب کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ اماں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس وقت تنہائی کی دونوں کو ضرورت تھی۔ انہیں بھی اپنے آنسو چھپانے کے لیے اور ابیہ کو بھی اپنے دل کو سمجھانے کے لیے۔ وہ لان کی لائٹیں جلاتی اندر آگئیں۔ پیچھے ابیہ کرسی کی پشت پر سر لگائے خالی الذہن انہیں دیکھتی رہی۔ (جاری ہے)

آپ کی صحت

ڈاکٹر اُمِ محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

❖ آپ کا کالم بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ پہلی مرتبہ آپ سے اپنے چند مسائل شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ میری عمر تقریباً 19 سال ہے لیکن جسامت کے لحاظ سے اپنی عمر سے بڑی لگتی ہوں۔ تھوڑا سا کام بھی کرلوں تو سخت تھکاوٹ ہوجاتی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جسم پر بہت بال ہیں۔ باجی مجھے کوئی اچھی سی دوا بتائیں۔ (آر گل۔ سرگودھا)

☆ محترمہ آر گل صاحبہ! آپ کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے دوا Phytolacca berry tab کی دو دو گولیاں لے لیا کریں۔ کھانے میں زیادہ شکر اور چکنائی والی چیزوں سے پرہیز کریں۔ بالوں کے لیے Ollium jec30 کے 4-4 قطرے دن چار مرتبہ لے لیا کریں۔ اس کے علاوہ چندا آپ اپنے ذہن میں رکھیں کہ محبت یا نفرت کسی کی ظاہری خوب صورتی سے نہیں ہوتی۔ اپنا باطن اپنا اخلاق اچھا بنائیں، ان شاء اللہ لوگ آپ کے گرویدہ ہوجائیں گے۔

❖ ڈاکٹر صاحبہ! میں خواتین کا اسلام بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ میں ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ کی طرف رجوع کررہی ہوں۔ میری عمر 18 سال ہے۔ امی جان کہتی ہیں، جب تم پیدا ہوئی تھی تب تمہارا چہرہ بہت صاف اور خوب صورت تھا، رنگ بہت سفید تھا مگر جب میری عمر چھ سات سال ہوئی تو میری ناک پر ایک بھورا تل ظاہر ہوا۔ پھر جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی، ان تلوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اب یہ تل نہ صرف میری ناک پر بلکہ پورے چہرے، بازوؤں، ہاتھوں اور کندھوں پر نکل آئے ہیں۔ یہ تل جلد کی اندرونی جانب ہیں، یعنی ہاتھ لگانے پر یہ محسوس نہیں ہوتے۔ یہ کبھی انتہائی سیاہ ہوجاتے ہیں اور کبھی بھورے۔ ڈاکٹر صاحبہ میرا دوسرا مسئلہ ناک اور آنکھوں کا ہے۔ میری ناک کی ہڈی درمیان میں بہت اونچی ہے۔ (ماریہ بنت عبدالستار۔ مظفر گڑھ)

☆ محترمہ ماریہ صاحبہ! یہ ٹھیک ہے کہ تل عموماً دھوپ کی وجہ سے ہی نکلتے ہیں، مگر چوں کہ اب نکل چکے ہیں تو ان کا حل بھی ڈھونڈنا ہے۔ آپ دوا Thuja im روزانہ ایک مرتبہ رات میں سوتے وقت 3-4 قطرے لے لیا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ Thuja Q تلوں پر دن میں دو مرتبہ لگالیا کریں۔ ناک میں Limna minorQ کے 2-2 قطرے صبح اور رات میں ڈالیں، ان شاء اللہ مسئلہ ٹھیک ہوجائے گا۔

❖ باجی! میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے نیند اور سستی بہت آتی ہے، خاص طور پر کتابیں پڑھتے ہوئے اور اس کے علاوہ میرے سر میں لیکھیں بھی بہت ہیں، جوئیں تو اب ختم ہوچکی ہیں لیکن لیکھیں ختم نہیں ہوتیں۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے کی جلد بہت خشک ہے۔ برائے مہربانی کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں۔ (بنت حوا)

☆ محترمہ بنت حوا صاحبہ! آپ نیند، سستی اور کمزوری کے لیے دوا China30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لے لیا کریں۔ جوؤں اور لیکھوں کے لیے ایک تیل بنالیں۔ طریقہ یہ ہے کہ رتن جوت، بال چھڑ 1-1 چھٹانک اور کافور 1 ٹکیہ کو بالکل باریک پیس لیں، پھر اس کو سرسوں کے ایک پاؤ تیل میں ڈال دیں اور دو دن دھوپ میں رکھ دیں۔ دو دن کے بعد اس کو استعمال کریں، ان شاء اللہ جوئیں ختم ہوجائیں گی۔ چہرے کی خشکی ختم کرنے کے لیے دوا Echinesia کے چند قطرے کسی بھی لوشن میں ملا کر استعمال کریں۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (القرآن)
ترجمہ: اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ (آمین)
کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر 100 سال کے لگ بھگ تھی اور اماں ہاجرہؓ کی عمر 90 برس تھی تو ابراہیمؑ اس وظیفہ کو کیا کرتے تھے اللہ رب العزت نے اس وظیفہ کی بدولت حضرت اسماعیلؑ کو پیدا کیا۔
خوشخبری
بے اولاد میاں بیوی کی مایوسی ختم
پھولوں کے بغیر باغ، بچوں کے بغیر گھر ویران نظر آتا ہے
کیا آپ اولاد کی نعمت سے محروم ہیں؟
دوائی بذریعہ TCS پورے ملک میں فری ڈلیوری
مطب پر مکمل رپورٹس کے ساتھ تشریف لائیں
24 گھنٹے ہیلپ لائن
آگاہی، مشورہ، تشخیص و معلومات کیلئے
0300-5790946
بچہ پیدا ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والی تمام بیماریوں کا خاتمہ
آنے سے پہلے فون پر ٹائم ضرور لیں
اوقات
صبح 10:30 بجے تا شام 7:30 بجے تک
چھٹی بروز جمعہ
حافظ دواخانہ
مرکز بانجھ پن متصل گورنمنٹ سٹی ٹرمینل اڈا یتیم خانہ چوک لاہور
0300-5790946-0324-4323812

Brighto
Inspired by Nature
Toll Free 08000-1973
ہر دیوار کی داستان
رنگوں کی روایت کے چالیس برس
Brighto PAINTS
برائیٹو پینٹس میں ہمارا ماننا ہے کہ دیواریں عمارتوں کی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہیں، یہی دیواریں تو ہیں جو مکان کو گھر بناتی ہیں، بیتے لمحوں کی داستان سناتی ہیں۔ تب ہی تو گذشتہ چالیس برس ہم نے دیا ہر دیوار کی داستان کو ایک نیا رنگ۔
celebrating 40 years

مشترکہ خاندانی نظام

صدف جاوید

میں کسی حد تک ماورا گل بہن کی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ جب والدین اپنے بیٹوں کی شادیاں کریں تو ایک گھر میں رہتے ہوئے ان کے پورشن علیحدہ کردیں۔ کیوں کہ کبھی کبھی دوری قربت کا باعث بنتی ہے اور زیادہ نزدیکیاں ایک دوسرے سے دور کردیتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مشترکہ خاندانی نظام کے بارے میں میرا نقطۂ نظر ان سے بہت مختلف ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام ایک اسلامی معاشرے کی پہچان ہے، جس میں لوگ صدیوں سے نسل در نسل زندگی گزارتے چلے آرہے تھے۔ جس کی فضاؤں میں محبتوں کی دھنک، خوشیوں کی کھنک رچی بسی تھی، جہاں رشتوں کا احترام تھا، خلوص و ایثار جن کا شعار تھا، لیکن جب سے مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید نے مسلم غیرت وحمیت کو روند ڈالا، مسلمان جب اسلامی تہذیب وتمدن سے بیگانہ ہوئے، وہیں مشترکہ خاندانی نظام تنزلی کا شکار ہوا۔

اس نظام میں وہ خرابیاں وخامیاں پیدا ہوئیں جن کا ذکر مضمون نگار بہن نے کیا ہے۔ عداوت، نفرت، نمود ونمائش، حسد، بے حسی اب اس نظام کا حصہ ہے۔ میری ایک بہن اس نظام کی بے حسی کا شکار ہوکر اب والدین کے گھر بیٹھی ہے، لیکن اس کے باوجود میں آج بھی مشترکہ خاندانی نظام کو سنگل فیملی سسٹم سے بہتر سمجھتی ہوں۔ اس لیے کہ میں اپنے خاندان کی واحد لڑکی ہوں جو سسرال سے الگ اکیلے گھر میں بیاہ کر گئی۔ لڑکیوں اور خواتین کو میرا اکیلا گھر آئیڈیل معلوم ہوتا ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ الگ رہنے کی وجہ سے میرے شوہر کو کن مسائل کا سامنا ہے، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ خود میں نے بھی مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے اپنے ننھیال میں پرورش پائی۔ جب میری ممانیاں کام میں مصروف ہوتی تو میرے نانا، نانی ان کے بچوں کو سنبھالتے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کرتے، انہیں دین کی باتیں بتاتے، کلمے سکھاتے، اچھی باتوں سے روشناس کراتے۔ بچوں کا تمام وقت دادا، دادی کے ساتھ گزرتا۔ اسی طرح جب ایک بار میرے بڑے ماموں بیروزگار ہوئے تو چھوٹے ماموں نے ان کے گھرانے کی بخوشی کفالت کی۔ اسی طرح میرے شوہر کے دوست بھی مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہیں۔ آمدنی کم ہے لیکن انہیں پتا ہی نہیں چلتا کہ بچوں کے اخراجات، ان کی ضروریات کس طرح پوری ہوجاتی ہیں۔ میں ایسے گھرانوں سے واقف ہوں جن کی بہوئیں ملازمت پیشہ ہیں یا تعلیمی مراحل سے گزر رہی ہیں۔ خود میری چھوٹی بہن شادی شدہ ہونے کے باوجود کراچی یونی ورسٹی کی طالبہ ہے۔ جب وہ یونی ورسٹی میں ہوتی ہے تو اس کی بچی کی دیکھ بھال اس کی ساس یا نند کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آنا، ان کے دکھ درد شیئر کرنا، یہ سب مشترکہ خاندانی نظام میں ہی ممکن ہے۔

ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جو اس نظام کی افادیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ بچوں کی آپس میں کھٹ پٹ ہوجانا کوئی خاص بات نہیں۔ یہ بڑوں کی غلطی ہے کہ وہ اپنی ٹانگ اڑا کر ایک معمولی سی بات کو رائی کا پہاڑ بنادیتے ہیں۔ اکثر سگے بھائی بہن بھی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ بچوں کے درمیان لڑائی جھگڑا نارمل سی بات ہے۔

یاد رکھیں!

جب ہم کسی کی خامی کی طرف انگلی اٹھاتے ہیں تو تین انگلیاں ہماری خامیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق: ''بہترین مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے۔'' (بخاری ومسلم)

بہتر یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھولنے کی بجائے درگزر کا راستہ اختیار کریں۔ بچوں کی لڑائی جھگڑے کو اپنی ضد اور انا کا مسئلہ نہ بنائیں بلکہ مفاہمت کا راستہ اختیار کریں، تاکہ ان معصوموں کی آگے کی زندگی تلخیوں سے محفوظ رہے۔ مضمون نگار بہن نے اپنے مضمون میں ایک نکتہ یہ بھی اٹھایا کہ مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے بے پردگی کا خطرہ رہتا ہے۔ اس سلسلے میں ان سے عرض ہے کہ وہ مفتی عبدالروف سکھری کی کتاب ''خواتین کا پردہ'' اور مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کی کتاب ''شرعی پردہ'' کا مطالعہ کرکے مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے پردے کا اہتمام کرسکتی ہیں۔ میں ایسی کئی خواتین کو جانتی ہوں جو مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے مکمل باپردہ ہیں۔ ان کے گھرانے کے غیر محرم حضرات بھی ان کو بہت عزت دیتے ہیں اور انہیں کوئی مشکل محسوس نہیں ہوتی۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب ہم شریعت کے کسی حکم کی پیروی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمادیتا ہے۔ بات صرف عمل کی ہے۔ ہمارے معاشرے میں 90 فیصد لڑکیاں اب بھی مشترکہ خاندانی نظام میں ہی بیاہی جاتی ہیں۔ میری ایک بہن کی علیحدگی کے باوجود باقی تمام بہنیں اسی نظام میں بیاہی گئیں اور سب ماشاء اللہ پرسکون زندگی گزار رہی ہیں۔ دل میں حسرتوں اور خواہشوں کے ڈھیر اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب تربیت میں کمی اور دین سے دوری ہو۔

آج میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہہ سکتی ہوں کہ میری شخصیت میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ مشترکہ خاندانی نظام میں پرورش پانے کی وجہ سے ہی ہیں، اور جو الحمدللہ آج میری ازدواجی زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ پھر مجھے مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے والی ان خواتین کی محبت ملی، جن کے مفید مشوروں اور نصیحتوں نے میری زندگی میں مزید آسانیاں پیدا کردیں۔

یاد رکھیے، خرابی نظام میں نہیں بلکہ ہم میں ہے، جس کی وجہ سے آج یہ نظام زبوں حالی کا شکار ہے۔ میں یہ بات پورے یقین سے کہتی ہوں کہ اگر آج ہم اپنی غلطیوں کی اصلاح کرکے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اسلام کے عطا کردہ اوصاف حمیدہ کو اپنالیں تو مشترکہ خاندانی نظام کا وہ سنہرا دور دوبارہ آسکتا ہے جس میں کبھی ہماری نانی دادی رہا کرتی تھیں۔

خواتین کا اسلام کے گیارہ سال مکمل ہونے پر

دعا نمبر

کے عنوان سے شمارہ 572

ان شاء اللہ 52 صفحات پر مشتمل خاص شمارہ ہوگا، جو ان شاء اللہ ۲۶ فروری 2014ء کو شایع ہوگا۔ تمام قاریات بہنوں کو دعوتِ عام ہے کہ قلم اٹھائیں اور 'دعا' کے پس منظر میں اپنی آپ بیتی، سچے واقعات، کہانیاں ہمیں لکھ بھیجیے۔ صحابہ کرام، صحابیات، اکابر کے واقعات اور دعا سے متعلق اسلامی آداب کے مضامین کو بھی جگہ دی جائے گی۔

خیال رہے، وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ 10 جنوری تک تحریریں ضرور ڈاک کے سپرد کردیجیے تاکہ آپ کی قابل اشاعت تحریریں خاص نمبر میں جگہ پاسکیں۔ بس بہنیں قلم بدست ہوجائیں۔ یہ خیال رہے کہ لفافے پر ''برائے دعا نمبر'' لکھنا مت بھولیے گا۔ مدیر مسؤل

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

❖ خواتین کا اسلام کی خاموش قاریہ ہوں۔ بہت ہی اچھا بہت ہی پیارا رسالہ ہے۔ رسم وفا بھی بہت اچھی جا رہی ہے۔ تمام اہلِ قلم سے گزارش ہے کہ وہ نقل شدہ چیزیں بھیجنے سے گریز کریں۔ غلطیوں کی نشاندہی بھی معرکہ آرائی کی صورت نہ ہو بلکہ ہمدردی و اصلاح حال کی نیت ہو۔ محترمہ ریحانہ تبسم فاضلی اور ڈاکٹر ام محمد کو میرا اسلام۔ (اہلیہ مصطفیٰ۔ قصبہ کالونی کراچی)

❖ خواتین کا اسلام بہت اچھا جا رہا ہے۔ شمارہ 522 میں اپنی کہانی دیکھتے ہی ہم خوشی سے نہال ہو گئے۔ تمام قاریات سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

(دریشا بنت بدرالدین۔ کراچی)

❖ خواتین کا اسلام کے تمام سلسلے بہترین ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے میگزین کو مزید ترقی نصیب فرمائے۔ آمین۔ میں نے بھی ایک تحریر بھیجی ہے، امید پسند آئے گی۔

(حفصہ سیماب۔ کراچی)

❖ الحمدللہ بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام دونوں ہی ہمارے گھر کی زینت ہیں۔ ان دونوں رسائل کے علاوہ ہمارے گھر میں بہت ہی کم کوئی اور رسالہ پڑھا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ خواتین کا اسلام کے تمام سلسلے زبردست ہیں۔ یہ میرا پہلا خط ہے، ان شاء اللہ مستقل طور پر لکھنے کا ارادہ ہے۔ سچ پوچھیں تو دل میں لکھنے کا جذبہ بنت مولانا سیف الرحمٰن قاسم صاحب کی مستقل مزاجی کے ساتھ لکھے جانے والے خطوط سے پیدا ہوا۔ (ام خزیمہ۔ مخدوم پور)

❖ خواتین کا اسلام کے عید الاضحیٰ کے موقع پر تینوں خاص شمارے ماشاء اللہ ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ساری ہی بہنوں نے بلاشبہ خوب لکھا۔ ام حسن، اہلیہ راشد اقبال، سارہ الیاس، بنت احمد، ناہید جعفر، قرات گلستان، ام حافظ، ساجدہ غلام محمد، ام وردہ اور ساری بہنوں کا بہت شکریہ کہ انہوں نے ہماری اس عید کو بہت خاص بنا دیا۔ میرے خیال میں خواتین کا اسلام میں قربانی کے موقع پر اس سے پہلے کبھی اتنی محنت نہیں کی گئی، جتنی اس بار دیکھنے میں آئی۔ سب کو اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین (مریم بنت چودھری راشد۔ سرگودھا)

❖ شمارہ نمبر 537 آیا تو ہمارے گھر میں شور مچ گیا۔ ہم چھت پر تھے، ہم نے پوچھا، کیا ہوا؟ تو گھر والوں نے کہا تمہارا خط خواتین کا اسلام میں شائع ہوا ہے۔ سب نے مٹھائی کی فرمائش کی۔ ہم نے کہا، مٹھائی تو تب کھلائیں گے، جب ہماری کوئی کہانی شائع ہوگی۔ ان شاء اللہ کبھی کہانی بھی لکھ لیں گے۔ میری سہیلیاں کہتی ہیں کہ جو رائٹرز ہوتی ہیں انہوں نے ایم اے۔ بی اے پاس کیا ہوتا ہے، لہٰذا تم کہانی نہیں لکھ سکو گی۔ ہم نے صرف پانچ کلاس پڑھی ہیں اور حفظ کیا ہوا ہے۔ انکل کیا اسکول کی پڑھائی ہونا ضروری ہے؟ (نام اور پتا نہیں لکھا)

ج: آپ کی سہیلیاں بالکل غلط کہتی ہیں۔ اچھی تحریر لکھنے کے لیے کسی ڈگری کی کوئی شرط نہیں۔ بس مطالعہ کرنے اور مسلسل لکھنے کا شوق ضروری ہے۔

❖ شمارہ 548 ملا "گھر" چوں کہ اہلیہ راشد اقبال کی تھی، سو ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھی۔ اہلیہ راشد کا تو نام ہی کافی ہے۔ بنتِ احمد کی تحریر 'اشتہارات' بڑی دل چسپ لگی۔ اللہ نے بنتِ احمد کی تحریروں میں بڑی تاثیر رکھی ہے، ہر تحریر دل پر اثر کرتی ہے۔ 'پچھتاوا' میں مسکان خان ہر گھر کا المیہ لے کر حاضر ہوئیں، آج کل جہاد کو ثانوی چیز سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اگلی "مشترکہ خاندانی نظام" سے بے حد دل برداشتہ دکھائی دیں۔ ویسے ان کا حرف حرف سچائی پر مبنی تھا۔ رفعت سعدی آپ کہاں غائب ہیں؟ (خولہ بنت قاری محمد شفیق پانی پتی۔ جھنگ صدر)

❖ خواتین کا اسلام کا ہر شمارہ پہلے سے بڑھ کر آ رہا ہے۔ رسم وفا کی ابتدائی قسطیں پڑھ کر ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ قسط وار کہانی بھی پچھلی طویل کہانیوں کی طرح بہت اچھی رہے گی۔ بھائی! آپ سے درخواست ہے کہ اب آپ دوسرے لوگوں کی طرح 'خواتین کا اسلام' چھوڑ کر مت جائیے گا۔ (خدیجہ ارشاد۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

"اف آج تو تھکن سے برا حال ہو گیا۔"

"اور کیا میں تو تمہیں کہہ ہی جا رہی تھی بس کرو، لیکن تمہیں تو ہر ایک سے الجھنے میں مزہ آتا ہے!!" "ارے دکان دار سے الجھے بغیر تو خریداری کا مزہ ہی نہیں آتا، اور تم نے دیکھا کریم کلاتھ ہاؤس میں دکان دار کیسے فری ہو رہا تھا کہ کپڑے کا پیس زیادہ ہے، میں تو کاٹ کر دوں گا میری بھانجی کا سوٹ بن جائے گا۔"

"ہاں ہاں اور پھر مجھ سے بھی کھرا جواب لیا تھا کہ ہمارے بھی بچے ہیں، ان کا بھی بن سکتا ہے۔" "ہاں اور آگے سے اس نے جو جواب دیا، سن کر دل خوش ہو گیا، کہہ رہا تھا، آپ شادی شدہ ہیں؟؟ نہیں بھئی لگتا تو کہیں سے نہیں، کہیں آپ شیخ تو نہیں، شیخ لوگ لڑکیوں کی جلد شادی کر دیتے ہیں۔"

"اور پھر میں نے بھلا کیا کہا، شیخ ہیں، پر سچ مچ کے نہیں جھوٹ موٹ کے...... ہا ہا......" دونوں کے قہقہے بلند ہوئے۔

میں جو جھاڑو لگاتے ہوئے سعدیہ باجی اور رفعت باجی کے جمعہ بازار جانے اور اس پر ان کے بے لاگ تبصرے سن کر اندر ہی اندر سلگ رہی تھی، سعدیہ باجی کی آواز پہ چونک گئی۔ "ارے مریم! کہاں مر گئی ہو، جلدی سے دو کپ چائے بنا دو، بہت تھکن ہو گئی ہے۔"

"کیا آج کی مسلمان عورت اتنی بے باک ہو گئی ہے کہ بازاروں میں مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرے؟ کیا آقا ﷺ نے عورت کو چار دیواری میں مستور رہنے کا درس نہ دیا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کو حرام نہیں کیا، تو پھر کیوں ہم حرام کی چیزیں کھاتے پیتے اور پہنتے اوڑھتے ہیں اور پھر بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ ہماری سنتا نہیں، ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں (نعوذ باللہ)۔ آج کتنے مرد ایسے ہیں، جن کی نظریں جھکی ہوئی ہیں اور کتنی عورتیں ہیں جو باحیا اور پردہ دار ہیں۔"

کہکشاں زینب۔ فیصل آباد

چائے بناتے ہوئے میں سوچتی رہی اور چپ چاپ روتی رہی۔ رونے کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتی تھی کیوں کہ میری حیثیت اس گھر میں ایک نوکرانی سے کم نہیں تھی۔ میں یتیم تھی اور اپنے ماموں کے گھر پل رہی تھی۔ ذرا کچھ سمجھانے کی نیت سے کچھ کہتی تو میرا حلیہ بگاڑ دیا جاتا۔ میں نے ہاتھ سے اپنے آنسوؤں کو صاف کیا اور چائے کپ میں نکالنے لگی۔

مددِ خدا

ناہید جعفر

پچھلے دنوں یہ معاملہ میری ایک دوست کے ساتھ پیش آیا۔ انہی کی زبانی سنیے:

میرے سسرال والے اور شوہر خاصے روشن خیال، ہلے گلے اور رونق میلے کے دل دادہ ہیں۔ میں بھی انہی کے ماحول میں ڈھل گئی اور اسی طرح زندگی گزارتی رہی۔ شادی کے 19 برس گزرنے کے بعد اللہ کی توفیق سے مجھے مدرسے میں ایک سالہ فہمِ دین کورس کرنے کا موقع ملا تو آنکھیں کھلیں کہ ہم کتنی غلط زندگی گزار رہے تھے۔ پھر میں اپنی بڑی بیٹی ثمن کو بھی ساتھ لے جانے لگی اور الحمدللہ اس کے دل میں بھی دین کی محبت پیدا ہوگئی۔

انہی دنوں میرے شوہر نے ثمن کا رشتہ مجھ سے پوچھے بنا اپنے جیسے ماڈرن اور اونچے گھرانے میں طے کردیا اور شادی کی تاریخ بھی رکھ دی۔ دونوں طرف پیسے کی فراوانی اور دینی سمجھ بوجھ کی کمی تھی، لہٰذا خوب دھوم دھام سے شادی کرنے کا پروگرام بنا۔ ہمارے گھر میں یہ پہلی شادی تھی، اس لیے ثمن کے ددھیال والے بہت پرجوش تھے اور سارے ارمان نکالنے پر تلے بیٹھے تھے۔ خصوصاً مہندی تو خوب دھوم دھڑکے سے کرنا چاہ رہے تھے۔ میرے میاں، ساس، نندیں اوران کے بچے سب رسمِ مہندی کے دل دادہ تھے کہ اسی تقریب سے تو شادی پر رونق لگا کرتی ہے۔ پس وہ خوب زور وشور سے لڑکے لڑکیوں کے ڈانس کروانے، گھر سجانے اور بہترین کھانا پیش کرنے کے پروگرام بنا رہے تھے۔ ان کے یہ پروگرام سن سن کر میرا دل بیٹھا جاتا تھا۔ مدرسے کی برکت سے اللہ کے فضل سے یہ ادراک ہوگیا تھا کہ شادی بیاہ کے موقع پر اس طرح کے کام کرکے اللہ کے حکموں کو توڑا جاتا ہے اور اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا ناراض کیا جاتا ہے اور پھر مہندی تو ہے ہی ہندوؤں کی رسم...... جبکہ حدیث کا مفہوم تو بہت واضح ہے ’’جس نے کسی دوسری قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے ہے۔‘‘

میں کس دل سے اپنی پیاری بیٹی کی شادی کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کو بنالوں۔ صد شکر کہ ثمن بھی میری ہم خیال تھی، مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ پورے خاندان سے ٹکرانے کا حوصلہ نہ میرے اندر تھا نہ میری بچی میں۔ جوں جوں شادی کے دن نزدیک آرہے تھے، میرا دل بیٹھا جارہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ رسمِ مہندی پر متوقع گناہوں کے اس سیلاب کی کیسے روک تھام کی جائے۔

ایک دن تہجد کے وقت اللہ سے رو رو کر مدد مانگ رہی تھی کہ ایک دم ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ میں نے اگلے ہی دن اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے ہونے والے داماد کو اپنے گھر بلایا اور اسے اعتماد میں لیتے ہوئے یہ بات سمجھائی کہ مہندی کے فنکشن پر اللہ کو غصہ دلانے کے سارے کام کیے جائیں تو ان کا وبال زوجین کی زندگی پر ضرور پڑتا ہے۔ اگر تم خود مہندی کی رسم سے انکار کردو تو جتنا پیسہ اس بے ہودہ رسم پر خرچ ہونے سے بچے گا، اس سے میں تم دونوں دلہا، دلہن کو عمرہ کروادوں گی۔

لڑکا بہت سمجھ دار تھا، فوراً مان گیا اور کہنے لگا، آنٹی جب اللہ کو ناراض کرنے کی بجائے راضی کرنے کا موقع مل رہا ہے تو میں تیار ہوں۔ پھر اس نے اپنے گھر جاکر اپنی ماں بہنوں کو سختی سے کہہ دیا کہ اگر ہمارے گھر یا دلہن والوں کے گھر مہندی ہوئی تو میں شادی سے انکار کردوں گا۔ اس کی اتنی سخت بات سے سب لوگ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اور ناچ گانے، ڈھول ڈھمکے، شریف زادیوں کے مجرے اور مخلوط ماحول کے گناہوں کے بغیر میری بچی کی شادی بخیر وخوبی انجام پائی اور پھر الحمدللہ دونوں عمرے کی سعادت ادا کرنے چلے گئے۔

مائی فادر نیم!

شگفتہ کنول بنت شیر محمد۔ علی پور

تعلیمی دور میں ہم غیر نصابی سرگرمیوں میں پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ خصوصاً ہم تقریر کرنے میں خاصے مشہور تھے، اور ہر مجلس، محفل یا اسمبلی میں ہم سے تقریر کی فرمائش کی جاتی تھی اور ہم انکار بھی نہیں کرسکتے تھے، پسندیدہ مشغلہ جو ہوا۔

ایک بار ایک محفل میں ایک معلمہ کی فرمائش پر ہمیں ’’خطاب‘‘ کرنا پڑا۔ ہم حسب معمول نان اسٹاپ شروع ہوگئے، تیاری تو کی نہیں تھی، بس معلمہ صاحبہ کی فرمائش پر سرِ تسلیم خم کردیا۔

زور وشور سے ہماری تقریر جاری تھی کہ جوش میں ہمارے منہ سے کچھ اس طرح کا جملہ نکلا ’’کہاں ہیں وہ بچے جو ایسی ماؤں کو جنا کرتے تھے جو......‘‘ شکر ہے کہ مجمع میں ہمارے علاوہ کسی کا دماغ حاضر نہیں تھا، اور ہمارا بھی جتنا حاضر تھا، مذکورہ جملے سے واضح ہے۔

ایک اور بچپن کی بات یاد آرہی ہے، جب ہم چھوٹے تھے تو بہت ’’پُراعتماد‘‘ ہوا کرتے تھے (ویسے اب بھی ہیں)۔

ایک بار غالباً ’’ون‘‘ کلاس میں پڑھتے تھے۔ ایک سر کلاس میں آئے۔ ہم سب سے آگے آگے براجمان تھے۔ سر نے پوری کلاس پر ایک نظر ڈالی، پھر ہم سے مخاطب ہوئے ’’سملل گرل!!‘‘

’’یس سر!‘‘ ہم فوراً کھڑے ہوکر بولے۔

’’واٹ از یور فادر نیم؟‘‘ (آپ کے ابو کا نام کیا ہے؟) سر نے ہم سے سوال کیا۔

میرے ابو کا نام شیر محمد تھا۔ میں نے بڑے اعتماد سے جواب دیا: ’’سر! مائی فادر نیم از لائین محمد......‘‘

Sir, My Father name is Lion Muhammad

اگلے لمحے سر امان اللہ صاحب کے فلک شگاف قہقہوں سے پوری کلاس گونج اٹھی اور ہم کھسیانے سے ہوکر اپنا اعتماد سمیٹتے ہوئے اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ جب سر نے انگلش میں سوال کیا ہے تو ہمارے انگلش کے جواب پر اتنے کیوں ہنس رہے ہیں؟

آج تک سر کا قہقہہ سمجھ نہیں آیا کہ آخر ہم نے ایسا کیا لطیفہ سنادیا تھا! آپ کی سمجھ میں آیا ہو تو بتادیں!

بچوں اور نوجوانوں کے لیے منفرد ہفتہ وار انگریزی میگزین

The TRUTH

Subscription Charges

Rs. 1200 for 1 Year (52 Issues — 4 Issues free)
Rs. 600 for 6 months (26 Issues — 2 Issues free)
Rs. 300 for 3 months (13 Issues — 1 Issue free)

Bank Account: The Truth Intr. Current A/c no. 0118-02008000106
Meezan Bank Gulshan-e-Maymar, Karachi

رقم میزان بینک کی کسی بھی برانچ میں جمع کرائیں اور ڈپازٹ سلپ کا سیریل نمبر دیے گئے مرکزی رابطہ نمبر پر بتادیں

کراچی: 0334-3372304 | حیدر آباد: 0300-3037026 | سکھر: 0300-9313528
کوئٹہ: 0333-7805339 | سرگودھا: 0321-6018171 | تربت: 0321-2140814
لاہور: 0300-4284430 | راولپنڈی: 0321-5352745 | ملتان: 0300-7332359
پشاور: 0314-9007293 | فیصل آباد: 0333-4365150

پرانے شمارے بھی منگوائے جاسکتے ہیں

سبسکرپشن اور دیگر معلومات کیلئے مرکزی رابطہ
ڈی تھرٹھ 4-G-1/11 ناظم آباد نمبر 4 کراچی
0322-2740052, 021-36881355

www.thetruthmag.com | info@thetruthmag.com